بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

۱۶، ۱۷، ۱۸ اپریل کو لکھنؤ میں جمعیۃ علمارِ ہند کا سولھواں سالانہ اجلاس ہو رہا ہے مختلف اطلاعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم پرور مسلمانوں کے اس سب سے بڑے آرگنائزیشن کا یہ مذہبی اور تمدنی اجتماع اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہم بھی ہوگا اور شاندار بھی۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد سے ملک میں جس قسم کی ہوائیں چلیں اور فرقہ پرستی کے زہر نے جس تیزی سے اہل ملک کے دل و دماغ کو متاثر کیا اُس سے قدرتی طور پر تمام حالات کا نقشہ بدل گیا۔ جمیعۃ علمار نے بھی جس کی اصابتِ رائے اور پختگیِ فکر و عمل مسلمات کا درجہ رکھتی ہے پوری احتیاط سے ان بدلے ہوئے حالات کا جائزہ لیا اور گزشتہ اپریل کے اجلاس بمبئی میں سیاسیات سے کنارہ کشی کا غیر مبہم اعلان کر دیا، حالانکہ جہاں تک اس موقر جماعت کی تاریخ اور روایات کا تعلق تھا اس کی سیاست کے بنیادی عناصر پر کبھی اور کسی وقت بھی فرقہ پرستی کی پرچھائیں تک نہیں پڑی تھی اس کے بزرگوں نے استخلاصِ وطن کی مہم سر کرنے کے لیے ۱۹۲۰ء میں جو راہ اختیار کی تھی، نہ ختم ہونیوالی صعوبتوں اور ہمت توڑ دینے والے حالات کے باوجود یہ جماعت سرِ مو اس سے منحرف نہیں ہوئی۔ اس کے صدر محترم نے اب سے گیارہ سال پہلے اسی دہلی سے ڈنکے کی چوٹ یہ ہنگامہ خیز اعلان کیا تھا "موجودہ زمانہ میں قومیں مذہب سے نہیں وطن سے بنتی ہیں"

پھر یہی جماعت تھی جس نے اپنے ہم مذہبوں کی بھاری اکثریت کی یورشوں اور جارحانہ حملوں

کے بالمقابل سینہ سپر ہو کر آخری لمحوں تک ملک کی تقسیم کی مخالفت کی یہاں تک کہ کانگریس نے حالات سے مجبور ہو کر تقسیمِ ہند کا فارمولا قبول کیا تو قوم پروری اور قومیتِ متحدہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی یہ جماعت اُس نازک وقت میں بھی نہایت استقلال سے اپنے مسلک پر جمی رہی۔

لیکن اس عظیم الشان تاریخ کے باوجود اس کے اربابِ کار نے زمانہ کی نبض پر ہاتھ رکھا اور محسوس کیا کہ جس جماعت کے دروازے صرف کسی ایک مذہب کے فرقے کے لیے کھلے ہوئے ہوں اور دوسرے مذہب کے لوگ اس میں باقاعدہ شامل نہ ہو سکیں اُس جماعت کا پارلیمنٹری سیاست میں حصہ لینا فرقہ پرستی کو جنم دینے کے ہم معنی ہو سکتا ہے، چنانچہ اجلاسِ بمبئی کے بعد جمعیۃ کا دائرۂ عمل مسلمانوں کی مذہبی تعلیمی اور تمدنی سرگرمیوں میں محدود ہو گیا، تاہم ملک میں جو ہوائیں چل چکی تھیں اُن کا اثر یہ ہوا کہ ابنائے وطن کا ایک طبقہ جمعیۃ علماء کی پچھلی پوری شاندار تاریخ فراموش کر بیٹھا اور اُسے جمعیۃ کی تنظیم میں مسلم لیگ کے جراثیم نظر آنے لگے۔

لکھنؤ میں اس اجتماع کا مطلب یہ ہے کہ "انڈین یونین" کے سب سے بڑے صوبے کے دارالسلطنت سے جمعیۃ کی یہ آواز ملک کے کونے کونے تک پہنچ جائے اور غلط فہمیوں اور غلط اندیشیوں کے تمام پردے چاک ہو جائیں۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ اس موقع پر کم سے کم دو چیزیں ضرور صاف ہو جائینگی۔

۱۔ مذہبی اور تمدنی حدود کی کسی حد تک نشان دہی، یہ اس لیے ضروری ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر مذہب کو ایک بہت ہی محدود اور مخصوص معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے اور عام ذہنوں کا رجحان یہی ہے کہ مذہب انسان کا ایک ذاتی معاملہ ہے جس کا اجتماعی زندگی سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، فی الحقیقت یہی تخیل تمام غلط فہمیوں کا سرچشمہ ہے جو افراد اور فرقے مذہب اسلام کی جامعیت و خصوصیت سے واقف نہیں ہیں اُن کو اس مذہب کا ہر شعبہ سیاست کے رنگ میں رنگا ہوا نظر آتا ہے اور وہ نادانستہ طور پر ایک باطل نظریہ قائم کر لیتے ہیں وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ اس غلطفہمی کو دور کر دیا جائے۔ ۲۔ مسلمانوں کی اقتصادی مشکلوں کا حل۔ جہاں تک مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کا تعلق ہے یہ مسئلہ جمعیۃ کی اولیں توجہ کا مستحق ہے۔